مسیحی فلسفہ کیہ اے؟

ایہدیاں 66 لکھتاں نیں، بائبل خیال (نظریے) دے پارے نظام دی حال اے۔ پولوس سانوں دسدا اے کہ "یسوع وچ حکمت، تے معرفت دے سارے خزانے لُکے ہوئے نیں" (کلسیوں 3:2) "ہر اک صحیفہ جیہڑا خدا دے الہام نال اے تعلیم تے الزام تے اصلاح تے راستبازی وچ تربیت کرن لئی فائدہ مندوی نیں۔ تاں جے مردِ خدا کامل بنے تے ہر اک نیک کم لئی بالکل تیار ہو جاوے۔" (2 تیمتھیس 3:16۔17)۔ بائبل وچ آکھدی اے کہ اسی کیویں سچیائی نوں جاندے آں، اصل وچ کیہ اے، سانوں اک طرحاں سوچنا تے عمل کرنا چاہیدا اے، تے ایتھے تیکر کہ حکومتاں نوں کیہ کرنا چاہیدا اے۔

فلاسفر ان مطالعات نوں عام طور تے (1) ایپسٹیمولوجی: جانن دا نظریہ، (2) علم روح انسانی: حقیقت دا نظریہ، (3) اخلاقیات: چال چلن دا نظریہ، تے (4) سیاست: حکومت دا نظریہ آکھدے نیں۔ ایہناں وچ پہلا ایپسٹیمولوجی اے، ایہہ بوہت اہم اے کیوں جے ایہہ بوہت بنیادی اے۔

علم: بائبل مینوں انج آکھدی اے

مسیحیت ایہوں پھڑ کے رکھدی اے کہ علم نوں خدا کی طرف سے عیاں کیا گیا ہے۔ مسیحیت خدا کی جانب سے عیاں کی جانے والی تجویز کردہ سچائی ہے، اقوال جنہیں بائبل کی 66 کتابوں میں لکھا جا چکا ہے۔ الٰہی مکاشفہ مسیحیت کا ابتدائی نقطہ ہے، یہ جامع کلمہ ہے۔ مسیحیت کا جامع کلمہ، پہلا اصول یہ ہے: "صرف بائبل ہی خدا کا کلام ہے۔"

تعریف کے اعتبار سے، جامع کلمہ آغاز ہے۔ اس سے پہلے کچھ نہیں ہے، یہ پہلا اصول ہے۔ سب لوگ اور سب فلاسفر جامع کلمہ کو رکھتے ہیں، وہ سب اپنی سوچ کو کہیں نہ کہیں سے شروع کرتے ہیں۔ ہر چیز کو ثابت کرنا ناممکن ہے۔ ہر چیز کے لیے ثبوت کا تقاضا غیر عقلی تقاضا ہے۔ مسیحیت بائبل کی 66 کتابوں سے شروع ہوتی ہے، کیونکہ علم، سچائی خدا کی طرف سے تحفہ ہے۔

سچائی ایک تحفہ ہے جسے خدا اپنے فضل سے لوگوں پر آشکارہ کرتا ہے، یہ کچھ ایسا نہیں ہے جسے لوگ اپنی طاقت سے دریافت کرتے ہیں۔ بالکل جیسے لوگ اپنے طور پر، اپنی طاقت کے بل بوتے پر نجات حاصل نہیں کر سکتے، بلکہ الٰہی فضل سے نجات یافتہ بنتے ہیں، لہذا لوگ اپنی ذاتی طاقت سے علم کو حاصل نہیں کرتے، بلکہ خدا کی طرف سے تحفے کے طور پر علم کو حاصل کرتے ہیں۔ انسان خدا کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا، اور انسان خدا کے مکاشفہ (الہام) کے بغیر کچھ جان نہیں سکتا۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم بائبل میں سے صرف اصل بیانات کو ہی جان سکتے ہیں۔ ہم اُن کے منطقی الجھاؤ کو بھی جان سکتے ہیں۔ دی ویسٹ منسٹر آف فیتھ، کو ستر ھویں صدی میں لکھا گیا اور ایمان کی قدیم ترین مسیحی بیانات میں سے، کہتا ہے:

پاک کلام کا اختیار، جس پر ایمان رکھنا اور فرمانبرداری کرنا لازم ہے، اس کا انحصار کسی انسان یا چرچ کی گواہی پر نہیں ہے، بلکہ مکمل طور پر خدا پر (جو بذاتِ خود سچائی ہے) ہے، منصف کے متعلق، اور اسی لیے اسے حاصل کیا گیا ہے، کیونکہ یہ خدا کا کلام ہے۔

خدا کی ساری مشاورت، جو تمام چیزوں کے متعلق ہے اُس کے اپنے جلال، انسان کی نجات، ایمان اور زندگی کے لیے ضروری ہے، جسے صراحت سے کلام میں ترتیب دیا گیا ہے، یا اچھائی کے وسیلہ اور ضروری نتائج کے ساتھ کلام میں سے حاصل کیا گیا ہو: جس میں کسی بھی وقت کچھ بھی شامل نہ کیا گیا ہو، خواہ یہ روح کے نئے الہام ہوں یا لوگوں کی روایات۔

اعتراف کے الفاظ پر غور کیجیے: "خدا کی مکمل مشاورت" جسے کلام میں صراحت سے ترتیب دیا گیا ہو یا اس سے کچھ حاصل کیا گیا ہو۔ ہر چیز جس کی ہمیں ایمان اور زندگی کے لیے ضرورت ہے وہ بائبل کے اقوال میں پائے جاتے ہیں، خواہ یہ تفصیل وار ہوں یا کامل یقین کے ساتھ ہوں۔ کسی بھی وقت مکاشفہ میں

کچھ بھی اضافہ نہیں کیا جاتا۔ صرف کلام کے اقوال میں سے منطقی قیاس آرائی کی اجازت ہے۔

منطق:

منطق کے اصول جو اچھے اور ضروری نتائج کے لیے قابلِ بحث ہیں خود بائبل میں شامل ہیں۔ بائبل کا ہر لفظ، پیدائش 1:1 میں پیرسنھ (''ابتدا میں'') سے لیکر مکاشفہ 22:21 میں آمین تک، منطق کے بنیادی قانون کا، تردید کے قانون کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ''ابتدا میں'' کا مطلب ہے شروع سے، یہ آغاز سو سال یا ایک سیکنڈ کے بعد سے نہیں ہے۔ ''آمین'' راضی ہونے کو بیان کرتا ہے، اختلاف کو نہیں۔ جب خدا نے موسیٰ کو اپنا نام ''میں ہوں جو ہوں'' دیا، وہ شناخت کے منطقی قانون کو بیان کر رہا تھا۔ منطق کے قوانین کلام کے ہر لفظ کے ساتھ مضبوطی سے جُڑے ہوئے ہیں۔ استخراجی توجیہ (بحث) بائبل کو سمجھنے کا اصل اوزار ہے۔

بائبل ہی ہمارا صرف سچائی کا ذریعہ ہے۔ نہ سائنس، نہ تاریخ، نہ آثارِ قدیمہ، نہ ہی فلسفہ ہمیں سچائی کے ساتھ آراستہ کر سکتا ہے۔ ایک مسیحی کو پولس کی کلسیوں کو کی جانے والی تنبیہ کو سنجیدگی سے لینا چاہیے: ''خبردار کوئی شخص تُم کو فیلسوفی اور لا حاصل فریب سے شکار نہ کر لے جو انسانوں کی روایت اور دُنیوی ابتدائی باتوں کے موافق ہیں، نہ کہ مسیح کے موافق۔ کیونکہ الوہیت کی ساری معموری اُسی میں مجسم ہو کر سکونت کرتی ہے۔۔۔'' (کلسیوں 2:8۔10)۔

مکتی: یسوع مسیح تے ایمان رکھنا

نجات کی تعلیم علم و دانش کی تعلیم کی شاخ ہے۔ نجات کی تعلیم انسان روح کے علم کی شاخ نہیں ہے، کیونکہ لوگ دیوتاؤں میں تبدیل نہیں ہوتے جب وہ نجات یافتہ بنتے ہیں، نجات یافتہ لوگ، یہاں تک آسمان کی کاملیت میں، عارضی اور محدود مخلوقات رکھتے ہیں۔ صرف خدا ابدی ہے، صرف خدا قادرِ مطلق ہے، صرف خدا ہر جگہ موجود ہے۔

نجات کی تعلیم اخلاقیات کی شاخ نہیں ہے، کیونکہ لوگ نیک اعمال کرنے سے نجات یافتہ نہیں بنتے۔ ہم اپنے اعمال کے باوجود نجات یافتہ بنتے ہیں، اُن کی وجہ سے نہیں۔

نجات کی تعلیم سیاست کی شاخ نہیں ہے، کیونکہ نظریہ کہ نجات، خواہ یہ عارضی یا ابدی ہو، اسے سیاسی ذرائع سے حاصل کیا جا سکتا ہے یہ فریب نظری ہے۔ آسمان کو زمین پر لانے کی کوششیں لا حاصل ہیں لیکن یہ خون اور موت کا سبب ہیں۔

نجات صرف ایمان کے وسیلہ سے ہے۔ ایمان سچائی کا یقین کرنا ہے جسے خدا کی طرف سے عیاں کیا گیا ہے۔ ایمان، یقین کرنے کا عمل، بذاتِ خود خدا کی بخشش ہے۔ ''کیونکہ تُم کو ایمان کے وسیلہ سے فضل ہی سے نجات ملی ہے اور یہ تمہاری طرف سے نہیں خدا کی بخشش ہے۔ اور نہ اعمال کے سبب سے تا کہ کوئی فخر نہ کرے۔'' (افسیوں 2:8۔9)۔

پطرس کہتا ہے کہ وہ سب چیزیں جو زندگی اور دینداری کے متعلق ہیں ہمیں اُس کی پہچان (علم) کے وسیلہ عنایت کیں (2 پطرس 1:2۔4)۔ یعقوب کہتا ہے کہ ہم سچائی کے کلام کے وسیلہ نئے سرے سے پیدا ہوتے ہیں (یعقوب 1:18) پولس کہتا ہے کہ ہم سچائی پر ایمان رکھنے کے وسیلہ راستباز ٹھہرائے جاتے ہیں (رومیوں 3:28)۔ مسیح کہتا ہے کہ ہم سچائی کے وسیلہ مقدس ٹھہرائے جاتے ہیں (یوحنا 17:17)۔

بالکل جیسے ہم سچائی کے وسیلہ نئے سرے سے پیدا ہوتے ہیں، اور سچائی پر ایمان رکھنے سے راستباز ٹھہرائے جاتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ہم سچائی کے وسیلہ مقدس بھی ٹھہرائے جاتے ہیں۔

سائنس: اُاوہدے وچ، کوئی معاملہ (مسئلہ) نئیں، اسی زندہ رہندے نیں:

وہ جو کائنات کو سمجھنے کی کنجی کے طور پر سائنس پر اپنا بھروسہ رکھتے ہیں وہ اس حقیقی طور پر مصیبت میں ہیں کہ سائنس کبھی سچائی کو دریافت نہیں کرتی۔ اگر بائبل

ساری سچائی کا ذریعہ ہے، سائنس سچائی دریافت نہیں کر سکتی۔

سائنسی طریقہ کار کے ناقابلِ حل مسائل میں سے ایک استقراء کا فریب ہے، استقراء، درحقیقت تمام قسم کی تجربہ کاری (تجربے سے سیکھنے) کے لیے مسئلہ ہے۔ مسئلہ سادہ طرح یہ ہے: استقراء، خاص سے عام کی طرف دلیل پیش کرنا، ہمیشہ سے منطقی فریب رہا ہے۔ مثال کے طور پر، کوئی مسئلہ نہیں کہ کتنے کوے جن کا آپ نے کالے ہونے کے طور پر مشاہدہ کیا، نتیجہ کہ تمام کوے کالے ہیں اس کا کبھی مختار نامہ نہیں ہے۔ اس وجہ بالکل سادہ ہے: یہ قیاس کرنا کہ آپ کی نظر بالکل ٹھیک ہے، کلر بلائنڈ نہیں ہیں، اور دراصل کووں کو دیکھ رہے ہیں، آپ نے تمام کووں کو نہیں دیکھا اور نہ دیکھ سکتے ہیں لاکھوں پہلے ہی مر چکے ہیں۔ استقراء ہمیشہ فریب کاری ہے۔

یہاں سائنس میں ایک اور مہلک غلطی ہے۔ حق جتانے کی غلطی کا انجام۔ خدا سے منکر فلاسفر برٹنڈ رسل معاملے کو اس طرح رکھتا ہے:

آخری گزرگاہ میں تمام استقرائی دلائل اپنے آپ کو مندرجہ ذیل طریقہ کار سے کم کرتے ہیں: اگر یہ سچ ہے، یہ سچ ہے: اب یہ سچ ہے، اس لیے یہ سچ ہے۔ بے شک یہ دلیل رسمی طور پر غلط ہے۔ قیاس کیجیے مجھے یوں کہنا تھا کہ، ''اگر روٹی پتھر ہے اور پتھر قوت بخش ہیں، اور یہ روٹی مجھے قوت بخشے گی، اور اب یہ روٹی مجھے طاقت دے گی، کیونکہ یہ پتھر ہے اور پتھر نشوونما میں طاقت دیتے ہیں۔'' اگر مجھے ایسی دلیل کی پیش قدمی کرنا تھی تو مجھے یقیناً بیوقوفانہ طور پر سوچنا چاہیے۔ اب یہ بنیادی طور پر اُس دلیل سے مختلف نہیں ہوگی جس پر تمام سائنسی قوانین کی بنیاد ہے۔

اس کی پہچان کرنا کہ استقراء ہمیشہ غلط ہے، اکیسویں صدی میں سائنس کے فلاسفر، سائنس کے دفاع پر اثر انداز ہوئے، اس نظریہ کو قائم کیا کہ سائنس استقرا پر بالکل انحصار نہیں کرتی۔ اس کی بجائے، قیاس کرنے پر مشتعمل ہے، اس قیاس آرائیوں پر تجربات کرنے کے لیے، سائنس کے فلاسفروں کو علم کے کسی بھی دعویٰ سے دستبردار ہونا تھا: سائنس محض خیالات اور خیالات کی تردید ہے۔ کارل پوپر، جو اکیسویں صدی کے سائنس کے بڑے فلاسفروں میں سے ایک تھا، اُس نے لکھا:

پہلے، اگرچہ سائنس میں ہم سچائی کو تلاش کرنے کے لیے بہت کوشش کرتے ہیں، ہم اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ ہم کبھی اس کے لیے یقینی نہیں ہو سکتے خواہ ہم اسے حاصل کر بھی لیں۔۔۔ ہم جانتے ہیں کہ ہماری سائنسی تھیوریز (نظریات) ہمیشہ مفروضوں پر مبنی ہوتے ہیں۔۔۔ سائنس میں یہاں کوئی ''علم'' اس اعتبار سے نہیں ہے جس میں پلاٹو اور ارسطو نے کلمہ (لفظ) کو سمجھنا، اُس سمجھ میں جو انجام پر لاگو ہوتی ہے، سائنس میں، ہمارے پاس یہ یقین کرنے کے لیے کوئی خاص وجہ نہیں ہے کہ ہم سچائی کو حاصل کر چکے ہیں۔۔۔

آئین سٹائین نے واضح کیا کہ اُس کا نظریہ جھوٹا تھا: اُس نے کہا کہ نیوٹن کی نسبت یہ سچائی کے لیے بہترین مشابہت ہوگی، لیکن اُس نے وجوہات پیش کی کہ کیوں وہ ایسا نہیں، یہاں تک کہ اگر تمام پیشن گوئیاں، اس کے حقیقی تھیوری کے طور پر۔۔۔ تو سچائی کو دیکھنے اور ڈھونڈھنے کی ہماری کوشش حتمی نہ ہوتیں، بلکہ مزید ترقی کے لیے کھلی رہتیں۔۔۔ ہمارا علم، ہماری تعلیم خیالی ہے۔۔۔ اس کا انحصار حتمی اور کامل سچائیوں کی بجائے مفروضوں پر ہے۔

مشاہدہ اور سائنس ہمیں کائنات کے بارے سچائی کے ساتھ آراستہ نہیں کر سکتے، صرف خدا کے بارے اکیلی سچائی کر سکتی ہے۔ لادین دُنیاوی نظریہ، جو خدا اور الٰہی مکاشفہ کا انکار کرتے ہوئے شروع ہوتا ہے، یہ ہمیں بالکل بھی علم کے ساتھ آراستہ نہیں کر سکتا۔

اخلاقیات: سانوں انساناں دی بجائے خدا دی فرمانبرداری کرنا اے۔

بائبل سکھاتی ہے کہ درست اور غلط کے درمیان فرق کا انحصار مکمل طور پر خدا کے احکامات پر ہے۔ یہاں کوئی فطرتی قانون نہیں جو درست اور غلط پر عمل پیرا ہو، اور ایسے معاملات جو درست اور غلط ہوں اُن کا یقیناً فیصلہ اکثریتی ووٹ کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا۔ ویسٹ منسٹر شارٹر تعلیم میں، ''گناہ کسی موافقت کو چاہنا ہے یا خدا کے قانون سے تجاوز کرنا ہے۔'' جہاں کہیں خدا کا قانون نہیں ہوتا، وہاں درست یا غلط نہیں ہوتا۔

آدم کے لیے خدا کے حکم میں اسے بڑا واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ اُسے نیک و بد کے درخت کا پھل نہیں کھانا تھا۔ صرف خدا کے حکم نے پھل کو کھانے کے گناہ کو بنایا۔ اسے اضحاق کی قُربانی کے لیے ابراہام کو دیے جانے والے خدا کے حکم میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ صرف خدا کے حکم نے قُربانی کو درست بنایا، اور ابراہام نے فرمانبرداری کرنے میں جلدی کی۔ جدید سُننے والوں کے لیے اس کی آواز خطرناک ہو سکتی ہے جو زندگی کے حق کے بارے، دولت کے حق، اور انتخاب کرنے کے حق کے بارے سُنتے ہیں، بائبل کہتی ہے فطرتی نیکیاں اور بدیاں وجود نہیں رکھتیں: صرف خدا کے احکامات کچھ چیزوں کو نیک اور کچھ کو بد یا غلط بناتے ہیں۔ پُرانے عہدنامے میں، یہودیوں کے لیے سور کا گوشت کھانا گناہ تھا۔ آج، سب اُس کے نمکین گوشت اور ناشتے کے لیے انڈوں سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ جو چیز بنی نوع انسان مارتی ہے اور سور کا گوشت کھانا درست یا غلط ہے یہ انسانوں یا سوروں میں کسی قسم کی خوبی نہیں ہے، بلکہ یہ صرف الٰہی حکم ہے۔

انسانی حقوق:

اگر ہم حقوق رکھتے ہیں کیونکہ ہم انسان ہیں، اگر ہمارے حقوق فطرتی اور ناقابلِ انتقال ہیں، پھر خدا کو خود بھی اُن کا احترام کرنا تھا۔ لیکن خدا قادرِ مطلق ہے۔ وہ اپنی مخلوقات کے ساتھ کچھ بھی کرنے کے لیے آزاد ہے جو وہ ٹھیک دیکھتا ہے۔ پس ہم فطرتی حقوق نہیں رکھتے ہیں۔ یہ اچھا ہے، کیونکہ فطرتی اور غیر منفک حقوق منطقی طور پر کسی قسم کی سزا/جُرمانے کے لیے متضاد ہیں، مثال کے طور پر، جائیداد کے لیے ناقابلِ انتقال حق کی بےحُرمتی۔ فطرتی حق کا نظریہ منطقی طور پر اپنی بنیاد پر بے ربط ہے۔ فطرتی حقوق منطقی طور پر انصاف کے خلاف ہیں۔ بائبلی نظریہ فطرتی حقوق نہیں ہیں، بلکہ منسوب کیے ہوئے حقوق ہیں۔ صرف منسوب کیے ہوئے حقوق، نہ کہ ذاتی حقوق۔ فطرتی اور ناقابلِ انتقال حقوق، آزادی اور انصاف کے ساتھ موزوں ہیں۔ اور وہ حقوق خدا کی طرف سے لاگو ہوتے ہیں۔

بائبل کے علاوہ اخلاقیات کی بنیاد پر چند کوششیں ناکام ہیں۔ فطرتی قانون جا کام ہے، کیونکہ "لازم" کو "ہے" (ازز) سے اخذ نہیں کیا جا سکتا۔ مزید حسبِ دستور زبان میں، کسی دلیل کا نتیجہ اصطلاحات کا حامل نہیں ہو سکتا جو اُس کی تمہید میں نہیں پایا جاتا۔ فطرتی قانون دان، جو انسان اور کائنات کے بارے اپنے بیانات کے ساتھ اپنی دلیلوں کا آغاز کرتے ہیں، اشاراتی طریقہ میں بیانات، وہ اپنے بیانات کو آمرانہ انداز میں اختتام پذیر نہیں کر سکتے۔

بڑا اخلاقی نظریہ جو آج فطرتی قانون کے ساتھ مقابلہ کر رہا وہ نظریہ اخلاقیات ہے۔ نظریہ اخلاقیات ہمیں بتاتا ہے کہ اخلاقی عمل ایک ہے جس کا نتیجہ سب سے بڑی سچائی ہے۔ یہ انتخاب کے اثرات کے شمار کے لیے بیان کرنے کے طریقہ کار سے آراستہ ہے۔ بدقسمتی اے نظریہ اخلاتایات بھی ناکام ہے، کیونکہ یہ نا صرف فطرتی قانون دانوں کی فطرتی غلطی کو سرزد کرتا ہے، یہ شمار (حساب) کا بھی تقاضا کرتا ہ جسے تکمیل نہیں کیا جا سکتا۔ ہم نہیں جانتے کہ سب سے بڑی اچھائی کیا ہے۔

اخلاتات کے لیے منطقی بنیاد جو خدا کے احکامات میں عیاں کیا گیا ہے۔ یہ ہمیں نا سرف بنیادی فرق کے ساتھ آراستہ کرتا ہے جو غلط اور درست کے درمیان ہے، بلکہ نیک و بدن کی مفصل ہدایات اور عملی مثالوں کے ساتھ۔ یہ درحقیقت ہماری روزمرہ زندگیوں کے زندگی بسر کرنے میں ہماری مدد کرتا ہے۔ اخلاقی نظام کو مہیا کرنے کی لادین کوششیں دونوں شمار میں ناکام ہیں۔

سیاست: پورے ملک آزادی دا اعلان کرنا

مسیحی سیاسی فلسفے کی بنیاد ایمانداری سے الٰہی مکاشفہ پر ہے، نہ کہ فطرتی قانون، نہ ہی اکثریتی حکومت، نہ ہی زبردستی کی مشق پر ہے۔
لادین جامع کلمہ پر حکومتی نظریہ کی بنیادی کے لیے کوششوں کا نتیجہ حکومتی تعطل یا ٹوٹلارین ازم پر ہے۔ صرف مسیحیت، کی جڑیں خدا کی طاقت کی نمائندہ حکومت کی شرعی طاقتوں میں ہیں، جو حکومتی تعطل اور ٹوٹلارین ازم کی جُڑواں بُرائیوں سے پرہیز کرتی ہیں۔

حکومت معاشرے میں شرعی کردار رکھتی ہے: بُرائی کرنے والوں کی سزا، جیسے پولوس رومیوں 13 میں اسے رکھتا ہے۔ حکومت کا یہی کام ہے جس کا پولس ذکر کرتا ہے۔ تعلیم، خوشحالی، ہاوسنگ، پارک، سڑکیں، ریٹارمنٹ آمدنی، حفظانِ صحت، اور دیگر پروگرامز جس میں آج حکومت مبتلا ہے شرعی ہیں۔ یہ حقیقت کہ حکومت ان سب سرگرمیوں میں مبتلا ہے یہ اس کی ایک بنیادی وجہ ہے کیوں حکومت اپنا کام اچھی طرح نہیں کر رہی: جُرم کی اوسط بڑھ رہی ہے، اور جرائم کے انصاف کا نظام آزاد لوگوں کے لیے بڑھتا ہوا خطرہ ہے۔ بے گناہوں کو سزا دی جاتی ہے اور قصوروار بے سزا رہتے ہیں۔

بائبل حکومت کے لیے متفرق طور پر محدود کردار کو سکھاتی ہے۔ بائبل کا مقصد مسیحیوں کے وسیلہ اہلکاروں کا راج نہیں، بلکہ اہلکاروں کی حکومت نہیں ہے۔ یہاں تعلیم کا مسیحی ڈیپارٹمنٹ نہیں ہونا چاہیے، مسیحی ہاوسنگ ڈیپارٹمنٹ نہیں ہونا چاہیے، مسیحی زرعی ڈیپارٹمنٹ نہیں ہونا چاہیے، سادہ طرح، کیونکہ یہاں تعلیم، ہاوسنگ، اور زراعت کا ڈیپارٹمنٹ نہیں ہونا چاہیے۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں کہ ہم مسیحی شراب خانے، تمباکو، اور مسیحی داخلی ریونیو سروس کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ کچھ نام نہاد مسیحی سیاسی طاقت کی تلاش میں رہتے ہیں جو اُن کی سرگرمیوں کو اکیسویں صدی کے وسط میں اور اس کے ابتدا میں سماجی انجیل پھیلانے والوں کی سرگرمیوں میں غیر ممتاز کرتی ہیں۔ اس قسم کی سیاسی عمل کا کلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

فلسفیاتی نظام

اِس فلسفیاتی نظام کے حصوں میں سے ہر ایک اپسٹمالوجی (علم) سوٹریالوجی (نجات)، علمِ روح انسانی (حقیقت)، اخلاقیات (اسلوب) اور سیاست (حکومت) بہت اہم ہے، اور یہ نظریات اس سے استحکام حاصل کرتے ہیں جنہیں منطقی نظام میں منظم کیا گیا ہے۔ ایسے نظام میں، جہاں اقوال منطقی ہوں ان کا انحصار ان پر ہوتا ہے اور یہ منطقی طور پر دوسرے اقوال کی طرف اشارہ کرتے ہیں، ہر حصہ مشترکہ طور پر دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔ اکٹھے یہ ناقابلِ تسخیر طور پر مستحکم ہوتے ہیں، اور یہ قائم رہتے ہیں اور اُسے شکست دیتے ہیں جو کوئی بھی دوسرا فلسفہ یا مذہب کہتا ہے۔ تاریخی طور پر، اس صدی کے عشرہ میں، مسیحیوں کو بہت منطقی ہونے کے طور پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ تنقید احمقانہ ہے۔ اگر ہم اپنے ذہنوں کی تجدید کرتے ہوئے تبدیل ہوتے ہیں، اگر ہم اپنے تمام خیالات کو مسیح کے ساتھ موافقت کے ساتھ لاتے ہیں، ہم اُس کا قیاس کرتے ہیں جو مسیح کرتا ہے، منطقی طور دیدہ دانستہ طور پر۔

مسیحیت ایک مکمل فلسفیاتی نظام ہے جو کٹھن قیاس کے ساتھ آگے بڑھتا ہے جو ایک جامع کلمہ سے ہزاروں تک پہنچتا ہے۔ یہ اکٹھے طور پر سوچی جانے والی چیزوں کا کامل نظریہ ہے۔ یہ سب غیر مسیحیوں کے فلسفوں پر ہر شعوری پابندی پر پورا اُترتا ہے۔ یہ علم کے نظریہ کو پیش کرتا ہے، آسمان کے رستے کو، سائنس کی تردید کو، دُنیا کے نظریہ کو، اخلاقیات کے بندھے اور عملی نظام کو، اور اُن اصولوں کو جو سیاسی اور انصاف کی آزادی کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ ہماری اُمید اور دعا ہے کہ مسیحیت اگلی صدی میں دُنیا کو فتح کر لے گی۔ اگر یہ ایسا نہیں کرتی، اگر چرچ کا ابتری اور غیر یقینی کی طرف جھکاو ہوتا ہے، کم از کم کچھ مسیحی ناقابلِ تسخیر استحکام میں پناہ لے سکتے ہیں جو خدا ہمیں اس دُنیا میں دے چُکا ہے۔

مسیحی فلسفہ کیہ اے؟ تہذیب تے پروٹسٹنٹ ریفارمیشن ٹرینٹی فاونڈیشن پبلیکیشن اے۔ مسیحیت تے ریفارمیشن بارے معلومات لئی، برائے مہربانی کر کے ایس پتے تے لکھو۔

دی ٹرینٹی فاونڈیشن، پوسٹ آفس بکس 68، یونیکو ٹینسی 37692۔

کاپی رائٹس 1994، جان ڈبلیو، روبنز۔